



# تسہیل المواعظ

از مولانا انوار الحق صاحب جو مرمو ہی اللہ

## حاضری کا خوف

بمقامِ اعلیٰ: حضرت شیخ الاسلام محمد طہطاوی مدظلہ العالی  
محمد اشرف دہلی صاحب ٹھانوی  
تور اللہ مرقدہ

ہیں تسہیل المواعظ متعلق حضرت حکیم الامت کا ارشاد  
احقر کا مشورہ ہے کہ مشن ہشتی زیور کے کوئی گھر اس سے خالی نہ رہنا چاہیے اس کا  
نفع گھروں کی دستی ہیں بہت جلد آنکھوں سے نظر آجائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

پیش کش: یادگار خاندان امدادیہ اشرفیہ پوسٹ بکس نمبر: 2074 جامع مسجد قادیانہ

042 - 6373310 ☎ 54000 پوسٹ کوڈ نمبر: 042 - 6370371

نشر: انجمن احیاء السنۃ (رجسٹرڈ)

لاہور - پوسٹ کوڈ نمبر: 54920 ☎ 042-6551774-042-6861584





القول العزیز

مجھے دست چھو دیں سب کوئی نہ رہا نہ پوچھے

مجھے میرا سہرا ہی کافی ہے کل ہمارے پوچھے

شب روز ہیں ہاں مجذوب اور یاد اپنے رب کی

مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے

مجدوب

# حاضری کا خوف

تسہیل از

مولانا انوار الحق صاحبِ جم امر وہی رحمۃ اللہ



واعظ - اصلاحی نظر

حکیم و مت اللہ مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی صاحبِ نورِ امرتہ  
حضرت ام المجددات

یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

جامع مسجد قدسیہ بالمقابل چڑیا گھر، شاہراہ قائد اعظم، لاہور۔ پوسٹ بک نمبر: 2074

پوسٹ کوڈ نمبر: 54000 فون: 042 - 6373310

E-mail: khanqahlhr@hotmail.com

انجمن احیاء السنہ  
نفیر آباد، باغ بانی پور، لاہور

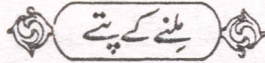
پوسٹ کوڈ نمبر 54920 فون: 042 - 6551774





نام و خط \_\_\_\_\_ حاضری کا خوف \_\_\_\_\_  
 تبصیل از \_\_\_\_\_ مولانا انوار الحق صاحب مرحوم امروہی رحمۃ اللہ علیہ  
 واعظ اسلام آباد \_\_\_\_\_ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ

ناشر \_\_\_\_\_ انجمن احياء السنہ لاہور



مذہبِ محمدی کی ترسیل پر دینیہ دکان صرف ان یوں سے ہوتی ہے

انجمن احياء السنہ

نفیر آباد، بانسہ پورہ لاہور

پست کزنمبر 54920 فونٹ: 042 - 6551774

یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

مجمع محمد قدسیہ بالمقابل پڑیا گھر شاہراہ قائد اعظم لاہور۔ پست کزنمبر 2074

پست کزنمبر 54000 فونٹ: 042 - 6373310

E-mail: khaqahhr@hotmail.com

ذاتِ اللہ تعالیٰ  
 عبید اللہ عظیمی  
 نقیبہ مجاز: عارف باللہ حضرت اقدس  
 مولانا شاہ حکیم محمد اشرف صاحب دہلی



32 - راجپوت بلاک نفیر آباد یا نفیر پورہ لاہور پست کزنمبر 54920 فونٹ: 042 - 6551774

Mob: 0300-0321-0334-0313-9489624 ,



## حاضری کا خوف

الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَتَوْمِنُ بِ  
وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ  
أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ  
لَهُ وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنَّ  
سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ  
وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيرًا كَثِيرًا - أَقَابَعْدُ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ  
وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَبِإِ  
الْجَنَّةِ هِيَ الْمَأْوَىٰ ○ (پت، رکوع ۴، آیت ۴۰، ۴۱)

جو شخص کہ ڈرا اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے اور روکا نفس کو خواہش  
سے تو اس کا ٹھکانا جنت ہے۔

یہ آیت سورۃ والنازعات کی ہے۔

کسی چیز کی خواہش جب ہی معتبر ہے اسکے ذریعوں بہ پہنچاؤں نہ رہتی ہی ہوتی ہے

## اس کے لیے کئی مثالیں

اس میں حق سبحانہ تعالیٰ نے ایک ایسی چیز کے حاصل کرنے کا طریقہ بتایا ہے جس کو ہر شخص چاہتا ہے۔ اگر ذرا بھی کسی کو اس کی خبر ہو جاوے تو وہ عاشق ہو جاوے مگر پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ کسی چیز کی خواہش جب ہی معتبر ہوتی ہے کہ جب اس کے ذریعوں میں کوشش کی جائے جو شخص کسی چیز کا طالب ہو مگر اس کے ذریعے ہم نہ پہنچاؤے تو اس کو اس چیز کا طالب بنیں کہہ سکتے۔ مثلاً کوئی مالدار ہونا چاہے تو مال حاصل ہونے کے ذریعوں کا ہم پہنچانا اس کے ذمہ ضروری ہے مگر جب اس سے کہتے ہیں کہ ان علموں کو حاصل کرو جو روپیہ کمانے کے لیے ضروری ہیں پھر کسی واقف کار کی صحبت میں رہ تاکہ ان علموں پر عمل یعنی کمائی کرنے میں مہارت ہو پھر کوئی کام شروع کر اور آمدنی اور خرچ کا حساب رکھ کر خرچ آمدنی سے کم رہے تاکہ کچھ بچے اور تھوڑا تھوڑا جمع ہو کر ایک رقم ہو جاوے اور تو مالدار ہو جاتے تو وہ یوں کہتا ہے کہ واہ صاحب مجھ سے علموں میں محنت نہیں ہوتی کسی کے خزانے نہیں اٹھاتے جاتے اور پابندی کا بوجھ اپنے اوپر کیوں لوں اور خرچ کو ایک حد میں کر کے دل کو کیوں ماروں جتنا دل چاہے گا اتنا خرچ کروں گا تو ایسے شخص کو مالدار ہونے کا طالب نہیں کہہ سکتے ایسے آدمی کو بواہوس کہتے ہیں یا مثلاً کوئی شخص جامع مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب لینا چاہتا ہے مگر ان رستوں کو نہیں چلتا جن سے جامع مسجد پہنچے اور قدم نہیں بڑھاتا تو یہ شخص جامع مسجد میں کیسے پہنچے گا؟ اور کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ جامع مسجد کے ثواب کو چاہتا ہے ہرگز نہیں یا کوئی شخص چاہتا ہے کہ غلہ اس کے پاس آوے اور اس

لے نرمی ہو کس رکھنے والا



سے کہتے ہیں کہ کھیتی کر زمین میں بیج ڈال پانی دے کھیت کی حفاظت کر تو یوں کہتا ہے کہ کون کھیتی کرے اور سچائی کس سے ہو سکتی ہے کون گھر چھوڑ کر حفاظت کے لیے جنگل میں پڑے۔ مجھے تو بس غلہ چاہیے۔ تو ایسا شخص احمق ہے اور غلہ کا طالب نہیں اور یا جیسے کوئی اولاد چاہے اور جب اس سے کہیں کہ نکاح کرو اولاد ہوگی تو وہ یوں کہتا ہے کہ کون بکھرے میں پڑے نکاح میں ایک رقم خرچ کرو پھر روٹی پکڑا بیوی کا میرے ذمہ ہو۔ مکان کی ضرورت پڑے اور طرح طرح کی مصیبتیں کون مول لے میں نکاح تو کرنے کا نہیں بس لڑکا چاہتا ہوں۔ تو ایسا شخص احمق ہے کیونکہ اللہ میاں نے تو اس خاص کام کو اولاد کے لیے ذریعہ رکھا ہے جو اس کو اختیار کرے گا اولاد ہوگی اور جیسے کوئی چاہے کہ پیٹ بھر جائے اور اس سے کہیں کہ کھانا کھاؤ لقمہ چباؤ اور نگلو پیٹ بھر جائے گا تو یوں کہتا ہے کہ میں تو یہ نہیں کرنے کا ظاہر ہے کہ ایسا شخص احمق اور بے وقوف ہے خلاصہ یہ نکلا کہ کسی کا طالب اگر ذریعوں کو بہم پہنچائے تو طالب ہے ورنہ بوالہوس۔

لوگ دنیا کے بارہ میں تو اس قاعدہ کو مانتے ہیں مگر دین کے معاملہ میں بے وقوف بن جاتے ہیں۔

اب تعجب یہ ہے کہ یہ قاعدہ دنیا کے کاموں میں تو ہر کس و ناکس واقف کار جاہل بڑے اور چھوٹے سب کے نزدیک مانا ہوا ہے کہ جس چیز کا حاصل کرنا منظور ہو تو اس کے ذریعوں کو بہم پہنچانا ضروری ہے۔ مگر جب دین کا معاملہ آتا ہے تو بڑے بڑے سمجھ دار لوگ بے وقوف بن جاتے ہیں۔ وہاں مقصود کی زبانی طلب کو طلب کہنے لگتے ہیں اور دل میں طمینان رہتا ہے کہ ہم بڑے طالب ہیں اور اس طلب پر تہیہ ضرور ہو گا۔ اگر یہ دین کے معاملہ میں ٹھیک ہے تو اس کو بھی ماننا چاہیے کہ زبان سے اولاد اولاد کہنے والا بھی کچھ



کا طالب ہو اور امید رکھنی چاہیے کہ ایسے شخص کے اولاد ہوگی معلوم نہیں کس طرح ہوگی شاید مرد کے بچہ پیدا ہوگا، حالانکہ فرق کی کوئی وجہ نہیں کہ دُنیا میں تو ذریعوں کو دخل ہو اور آخرت میں نہ ہو بلکہ غور سے دیکھا جاوے تو معاملہ اس کے خلاف ہے۔

## دنیا کے اسباب کو مقاصد میں تنا دخل نہیں جتنا کہ آخرت کے اسباب کو دخل ہے

وہ یہ کہ دُنیا کے اسباب کو اتنا دخل اپنے مقصدوں میں نہیں ہے جتنا کہ آخرت کے اسباب کو اپنے مقصدوں میں دخل ہے یعنی دُنیا کے ذریعے ہم پہنچانے سے یہ ضروری نہیں کہ مقصد حاصل ہو ہی جاوے بخلاف آخرت کے کہ اس کے اسباب ہم پہنچانے سے ضرور نتیجہ پیدا ہوگا۔ چنانچہ دلیلیں اور واقعات اس کو ثابت کر رہے ہیں۔ دیکھتے قرآن و حدیث میں کیس نہیں آیا کہ دُنیا کے اسباب جمع کرنے پر ضرور مقصد حاصل ہوگا اور تجربہ اور واقعات سے بھی یہی نکلتا ہے چنانچہ اکثر وقت کھیتی کرتے ہیں اور ایک دانہ بھی نہیں پیدا ہوتا۔ یہی حال عزت و آسودگی کا ہے کہ بہت سی تدبیریں کرتے ہوئے عسر گزر جاتی ہے مگر غریبی ہی رہتی ہے اور کبھی بے تدبیر آدمی مالدار ہو جاتا ہے۔

عزت و مال داری تدبیر پر منحصر نہیں

اگر لوگ غور کریں گے تو یہ کبھی نہ کہیں گے کہ عزت و مال داری

تدبیر پر ہے۔ میں نے خود ایسی صورتیں دیکھی ہیں کہ جن کی اوقات کسی وقت میں دو آنہ تھی آج وہ لکھ بتی ہو گئے۔ اگر آپ کہیں کہ انھوں نے تدبیر سے اس قدر مال حاصل کیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ آپ ان کے پاس جاتیے اور اول سے آخر تک ان کی عمر کے حال



لکھیے اور ان کی ساری تدبیریں بھی لکھیے کہ پہلے ان کے پاس دو آنہ تھے انھوں نے  
فلانا سودا خریدا اور صبح سے شام تک پھیرے کر کے بیچا اس میں ایک آنہ نفع ہوا  
ایک آنہ میں سے آدھا کھایا اور آدھا اصل میں شامل کیا اور اگلے دن ڈھائی آنہ کا سودا  
لے کر پھیری کی ساڑھے تین آنہ یا چار آنہ ہو گئے اسی طرح اصل مال بڑھتا گیا یہاں تک  
کہ جب آنوں کے روپیہ ہو گئے تو کچھ بیچانے لگے۔ جب ایک رقم کافی جمع ہو گئی تو  
جائداد خرید لی پھر اس کی آمدنی کو ضرورت کے موافق خرچ کیا اور کچھ خزانہ میں رکھتے گئے  
یہاں تک بڑھتے بڑھتے ایک لاکھ تک نوبت پہنچی لکھ پتی ہو گئے اس شخص کے اس  
بیان کو خوب تفصیل سے لکھیے بلکہ جو باتیں اس مدت میں اس کو پیش آتی ہیں تاریخ وار  
لکھ لیجئے اور آپ بھی ایسا ہی کیجئے جیسا انھوں نے کیا۔ میں کہتا ہوں کبھی بھی تو ان  
تدبیروں سے آپ ان کے برابر نہیں ہو سکتے۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ تدبیر سے اس  
نے حاصل کیا اور تم نہیں کر سکتے۔ وجہ اس کی یہی ہے کہ سب کچھ اللہ میاں کے حکم  
سے ہوتا ہے۔ بس ثابت ہو گیا کہ دُنیا کے اسباب پر ہمیشہ اللہ میاں  
نتیجہ مرتب نہیں فرماتے۔

آخرت کے اسباب پر نتیجہ پیدا ہونا یقینی ہے

اس کے اسباب جمع کرنے پر نتیجہ پیدا ہونا یقینی ہے۔ چنانچہ دیکھتے فرماتے ہیں  
وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ  
سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ○ (یوسف بنی اسرائیل) یعنی جو کوئی آخرت کا طالب ہے اور کوشش کرے تو  
اس کی کوشش برباد نہ جائے گی۔ بلکہ ایک اور آیت میں فرماتے ہیں نَزِدْ لَهُ فِ



حَرْتِہ یعنی اس کا نتیجہ عمل کے موافق ہی نہیں زیادہ دیا جائے گا دیکھ لیجئے کہ وعدہ کے یقینی ہونے سے نتیجہ پیدا ہونا ضروری اور یقینی ہوا یا نہیں۔ خلاصہ یہ کہ میری بات ثابت ہوگئی کہ دُنیا کے اسباب کے اوپر نتیجہ پیدا ہونے کا کبھی وعدہ نہیں اور اسباب آخرت کے لیے وعدہ ہے۔ پھر معجب ہے کہ دنیا میں جس چیز کا ارادہ کرتے ہیں اکثر یہی ہے کہ جتنا چاہتے ہیں ملتی ہی نہیں مگر پھر ذریعے جمع کرنے سے غفلت نہیں کی جاتی اور غفلت کرنے والے کو حق سمجھتے ہیں اور آخرت میں اتنا ملتا ہے جس کا ارادہ بھی نہیں ہو سکتا۔ مگر ذریعوں سے غفلت ہے اور غفلت کرنے والے کو کوئی حق نہیں کہتا چنانچہ اللہ میاں فرماتے ہیں فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ ۚ ترجمہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے واسطے کیا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے اور حدیث قدسی میں فرماتے ہیں۔ اُعِدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ ترجمہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ چیزیں تیار کی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنی نہ ان کا خیال کسی انسان کے دل میں گزرا۔ حالانکہ خیال بڑی وسیع چیز ہے۔ مگر حدیث کی رو سے وہ چیزیں اسباب آخرت جمع کرنے پر ملیں گی جو خیال میں بھی نہ آسکیں۔ اب سوچتے کہاں تک سوچیں گے۔ جمال۔ باغ۔ نہریں۔ خدمتگار کھانے پینے کی چیزیں وغیرہ جہاں تک بھی آپ کا خیال پہنچے۔ پھر ایک صورت یہ نکالیے کہ خیال سے بھی باہر ہو اور عقل اس کے دریافت کرنے سے عاجز ہو۔ وہ آخرت میں ملے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور ایک چیز وہاں وہ ہے کہ اس کا لفظ ہی قرآن شریف و حدیث مبارکہ میں سنا ہے اس کی حقیقت تو عقل میں آ ہی نہیں سکتی وہ حق سبحانہ تعالیٰ کا دیدار ہے جو جنت میں



سب سے بڑی نعمت ہوگی غرض آخرت کے اسباب تو جمع کرنے پر نتیجہ پیدا ہونا یقینی ہوا مگر دُنیا کے اسباب پر نہیں تو جو شخص اسباب تو جمع نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ میں طالبِ جنت ہوں تو کیسے اس کو طالب کہا جاسکتا ہے اسی واسطے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ تعجب ہے جنت کے طالب پر کہ اس کا طالب کیسے سوتا ہے جب ثابت ہو گیا کہ جنت کے حاصل کرنے کے لیے اس کے ذریعوں کا جمع کرنا ضروری ہے تو جو آیت شروء میں میں نے پڑھی تھی اس میں حق سبحانہ تعالیٰ نے جنت کی طلب کا ذریعہ بتایا ہے جس کے ملنے کی سب کو چاہت ہے۔

## ایسے تو جنت کی طلب کا ثبوت ہے اب بعض بزرگوں کا فعل اسکے خلاف اور اس کا جواب

یہاں ایک بات اور قابلِ بیان ہے کہ آیت سے تو جنت کا طلب کرنا ثابت ہوتا ہے اور اولیاء اللہ میں بعض ایسے گزرے ہیں جن کے کلام میں یہ موجود ہے کہ نہ ہم کو جنت کی طلب ہے نہ دوزخ کا ڈر۔ اس صورت میں یہ اعتراض ہو گا کہ یا تو جنت کی طلب نہ چاہیے یا وہ لوگ قرآن کے خلاف ہیں۔ جواب اس کا یہ ہے کہ اس قسم کی حکایتیں اہلِ حال کی ہیں وہ حضرات اس میں معذور تھے۔ ایسی باتیں کوئی جذب میں کہہ گیا۔ جان بوجھ کر کہنا یا اس کو کمال سمجھنا بڑی غلطی ہے خوب یاد رکھیے کہ جذب کوئی کمال نہیں اور نہ وہ اختیار میں ہے جو لوگ اختیار سے ایسی باتیں کہتے ہیں وہ کسی درجہ میں بھی شمار نہیں چنانچہ اس زمانہ میں یہ حال ہے کہ جو کوئی واہیِ تباہی باتیں کہتا ہے اس کو بڑا پیچھا ہوا سمجھتے ہیں یوں کہا کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ مست ہیں۔ ایسی باتوں میں اہلِ حال تو معذور تھے اور جو جان بوجھ کر کرتے ہیں وہ معذور نہیں ہیں۔ آیتوں اور حدیثوں میں صاف طور سے جنت

کی طلب موجود ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :  
 اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ  
 اے اللہ میں آپ سے جنت مانگتا ہوں اور وہ کام کہ جو قریب کر دے خواہ قول ہو یا عمل  
 ان حکموں کو دیکھ کر کسی کا یہی منصب ہے کہ جان بوجھ کر ایسا کہے البتہ اہل حال معذور تھے

اب تو لوگوں میں حال ہی نہیں رہا نقل ہی

نقل رہ گئی ہے۔ مجھ کو ایک شخص اسی سفر میں ملے کہ وہ کچھ مال کی مدد چاہتے تھے لمبی لمبی  
 باتیں کرنے لگے کہ کیا پروا ہے جنت کی اور کیا خیال ہے دوزخ کا۔ میں نے کہا کہ میں  
 بیٹھے بھی رہو چار روپیہ کے لیے تو گھر چھوڑے پھرتے ہو جنت کی طرف توجہ بھی نہ کرو  
 گے۔ خلاصہ یہ کہ لوگوں کا خیال ہر حال میں یہ ہے کہ جنت کی طلب سے نہ طلب کرنے کا  
 درجہ بڑھ کر ہے۔ حالانکہ غور کرنے سے اس کا خلاف ثابت ہوتا ہے کہیں آیات و  
 احادیث میں اس کا ثبوت نہیں ملتا کہ نہ طلب کرنا اچھی چیز ہے۔ بہت سے بہت یہ  
 کہہ سکتے ہیں کہ نہ طلب کرنے والا معذور ہے۔ سو معذوری میں فضیلت کہاں۔ ذرا سی  
 بات میں وجد آجانا دھاڑیں مارنا عاجزوں کا کام ہے۔ جو کمال والا ہے اس کو حال آنسو  
 ٹپکا سکتا ہے نہ اس کے بدن میں حرکت پیدا کر سکتا ہے نہ اس کی زبان سے بے ساختہ  
 باتیں نکلوا سکتا ہے۔ چنانچہ شاہ عبدالحق صاحب دہلوی فرماتے ہیں۔ منصور بچہ بود  
 کہ از یک قطره بفریاد آمد ایجا مردانند کہ دریا با فرد برند آروغ نزنند۔ ترجمہ منصور بچہ  
 تھا کہ ایک قطرے سے شور مچا بیٹھا یہاں مرد ہیں کہ دریا پی جاویں اور ڈکار نہ لیں یہ یاد رکھیے  
 کہ جب ادھر سے ہی جنت کی طلب کا حکم ہے تو طلب نہ کرنا حکم سے باہر ہوتا ہے۔



اطاعت کرنے والا تو اطاعت میں ایسا محو ہوتا ہے جیسے کسی کو شراب پلا دیں کہ اس کو پی کر آدمی سب طرف سے بے خبر ہو جاتا ہے۔

## اعترض کہ اگر نماز میں محویت ہو تو رکوع وسجہ کیسے ہو اور اس کا جواب

بعض ناواقف اعتراض کرتے ہیں کہ اگر نماز میں محویت ہو جاتے تو رکوع اور سجدے کیسے ہوں جواب یہ ہے کہ محو ہونے کے معنی ایک طرف سے ہیں کہ اس میں صرف اللہ میاں کی طرف خیال ہو جاتا ہے ظاہر ہے کہ اس صورت میں عبادت بہت اچھی ہو گی رکوع وسجہ نہ ہونا کیا معنی۔ عام لوگ محو ہونا اسے سمجھتے ہیں کہ وہاں تباہی باتیں زبان سے نکال دیں۔ یا آئندہ پیش آنے والی باتوں پر دعوے سے حکم لگا دیں۔ اس کو بڑا کمال سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ میاں پر ایسا ناز ہے جو منہ سے نکل گیا وہ پورا ہو کر رہتا ہے اس کا انکار نہیں کہ دعا قبول ہوتی ہے مگر ہر چیز کو مانگ بیٹھنا اور دعوے کا حکم لگانا نہیں سے ہو سکتا ہے جو بے خود ہیں یہ محو ہونا لائق تعریف نہیں ہے۔ یہ تو معلوم ہو گیا کہ جنت کی طلب فرض اور اس کے لیے حکم ہے اب وہ بات یاد ہو گی کہ ذریعہ کا حاصل کرنا ضروری ہے جب جنت ہر شخص کی مطلوب ہے تو اس کے ذریعوں کی طلب بھی ہر ایک کے ذمہ ہے ورنہ وہی نرمی ہوس ہو گی۔

## ایت میں جنت کے ذریعوں کا گربیان ہوا ہے جس میں نہایت آسانی ہے

تو جو آیت شروع وعظ میں پڑھی تھی اس میں اس ذریعہ اور طریق کو بیان کرتے ہیں کہ وہ کیا ہے  
وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَاِنَّ الْجَنَّةَ

ہی الماؤلیٰ - سبحان اللہ بادشاہوں کا کلام بھی تمام کلاموں کا بادشاہ ہوتا ہے جیسے اللہ میاں ہیں ویسا ہی ان کا کلام ہے جنت سی چیز کے لیے جس قدر بھی ذریعے اور طریقے طلب کے ہوتے کم تھے مگر حق سبحانہ تعالیٰ نے ایک ایسی بات بتادی جیسے گڑھوتا ہے یہ ظاہر ہے کہ جس کو کسی چیز کا گڑھ معلوم ہو جائے تو اس کو بڑی آسانی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ نبیوں کو دیکھئے کہ کتنی جلدی حساب لگا لیتے ہیں وجر یہی ہے کہ ان کو گڑھ یاد ہوتے ہیں گڑھ کا حاصل یہ ہے کہ بہت سی چیزوں کا یاد رکھنا انسان کو مشکل اور دقت طلب ہوتا ہے اس لیے ایک قاعدہ اس کے لیے مقرر کر دیا جاتا ہے کہ اس قاعدہ پر عمل کرنے سے کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ مثال اس کی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے نوکر کو مٹھل کے دروازہ پر بٹھا دے اور کہ دے کہ غیر آدمیوں کو اندر نہ آنے دینا تو اس کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ زید عمر و بحر خالد وغیرہ کے ایک سونام لکھ کر دیئے جائیں کہ ان میں سے جو کوئی آئے تو اندر نہ آنے دینا۔ اس میں بڑی دقت ہے کہ ایک فہرست بنائی ہوگی پھر آنے والوں کے نام پوچھنے پڑیں گے۔ ہر دفعہ ساری فہرست دیکھنی پڑے گی ہر آنے والے کو کچھ دیر ٹھہرنا ہوگا۔ آسانی اس میں ہے کہ سیدھا یوں کہ دے کہ جس کو تو نہ پہچانتا ہو اس کو نہ آنے دینا۔ گویا یہ گڑھ ہو گیا کہ اس میں کوئی دقت نہیں

ایسے ہی جنت حاصل ہونے کے لیے بہت سے طریقے ہیں جن کا علیہ علیہ یاد رکھنا نہایت دشوار تھا اس لیے حق سبحانہ تعالیٰ نے ایک ایسی بات بتادی کہ جب اس کی رعایت رکھی جاوے تو جو کام بھی کیا جائے گا تو اس کو کچھ نہ کچھ دخل جنت کے حاصل ہونے میں ضرور ہوگا۔ اللہ میاں کے کلام کی قدر اُسی کو آتی ہے جو طالب ہے جب کسی کے جنت پیش نظر ہو تو اس کو انتہا درجہ کا شوق پیدا ہوگا اور جب یہ بتایا جائے



کہ اس کی طلب کے فلال فلال طریقے ہیں (بوجہ اس کے کہ جنت بڑی چیز ہے اس لیے اس کے طریقے بھی زیادہ ہوں گے) تو وہ شخص بہت سے طریقے دیکھ کر گھبرا اٹھے گا مگر چونکہ شوق انتہا درجہ کا ہو چکا ہے اس لیے یہ تو ہو گا نہیں کہ چھوڑ بیٹھے بلکہ ایک حالت سخت بے قراری کی ہوگی اگر اس شخص کو کوئی ایسا گڑبٹا دیا جاوے جو سب طریقوں کو شامل ہو تو اس کی کیفیت وجد کی سی ہو جاوے گی۔ ایسے شخص کو کلام الہی کی قدر معلوم ہوگی اسی قاعدہ کلیہ کو جس کی تعبیر پہلے گزرے کی ہے، فرماتے ہیں :-

وَأَقَامَ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ  
فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ (پت، رکوع ۴، آیت ۴۰، ۴۱)

آیت میں دو کام بیان فرمائے جو تمام طریقوں پر حصول جنت کے لیے ہوتے ہیں

اس آیت میں دو کام فرمائے ہیں جو تمام طریقوں کو جامع ہیں۔ ایک اپنے مالک کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف، دوسرا وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ یعنی اپنے نفس کو خواہش سے روکنا۔ جس شخص کے یہ دونوں باتیں ذہن میں بیٹھ جائیں تو ہر کام میں اس کی رعایت رکھنے سے بھلے بڑے میں تمیز آسانی سے ہو جائے گی۔ دیکھئے کتنی سہولت ہو گئی۔ جب آدمی کے دل میں خوف ہو گا کہ مجھے ہر کام پر اللہ میاں کے سامنے جواب دینا ہو گا تو اس کو تامل سے کرے گا اور خیال رکھے گا کہ یہ کام کہیں خلاف مرضی حق تعالیٰ نہ ہو۔ اس سے ایک خاص سمجھ بوجھ پیدا ہوگی کہ ہر بڑے عمل کو پہچان لے گا اور اس سے بچ جائے گا اور سمجھ میں نہ آئے گا تو خوف کی وجہ سے اس کو مولویوں سے پوچھے گا اس طرح سے کوئی گناہ اس کی نظر سے نہ چھوٹے گا۔



حد سے بڑھا ہوا خوف اچھا نہیں بلکہ نہایت مضر ہے اور

جو خوف مطلوب ہے وہ رجائینی اُمید کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے اور یہ سمجھ لیجئے

کہ خوف اتنا درکار ہے جس سے گناہ چھوٹ جائیں زیادہ اچھا نہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دُعا مانگتے ہیں کہ نَسْتُلُکَ مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُولُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيكَ اے اللہ ہم تیرا خوف اتنا مانگتے ہیں جو ہمارے اور ہمارے گناہوں کے بیچ میں پردہ ہو جاوے۔ امید کے ساتھ جو خوف ہے وہ یہی ہے اور اگر خوف ہی خوف ہو کہ امید نہ ہے اور نا اُمید ہی تک نوبت پہنچے تو یہ کفر ہے۔ ایسے بڑھے ہوئے خوف سے گناہ چھوٹتے نہیں ہیں بلکہ آدمی یہ سمجھ کر کہ عبادت سے کیا ہو گا زیادہ گناہوں میں پڑ جاتا ہے۔ چنانچہ میں نے خود ایک شخص کو دیکھا کہ جن پر حد سے زیادہ خوف غالب ہو گیا تھا اور ان کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ شریعت میں جو خوف کا اوسط درجہ رکھا ہے وہ عین مصلحت ہے وہ یہ کہ ایک فکیل صاحب پہلے نماز روزہ کے خوب پابند تھے خوف غالب ہوا تو عجیب حالت ہوتی پریشان ہو گئے ان کی یہ کیفیت تھی کہ زبان سے بات ٹھیک ادا نہیں ہوتی تھی قریب تھا کہ نماز بھی چھوڑ دیں اور یہ صورت ایک کتاب کو بطور خود دیکھ کر ہوتی تھی۔

دین کی اُردو کتابوں کو خود دیکھنا مضر ہے مگر تصوف کی کتابوں کو

خوب سمجھ لیجئے کہ کتابوں کو خود دیکھنے سے یہ خرابی ہے۔ آج کل لوگ کہتے ہیں کہ اُستادوں کے خُرخے کون اُٹھاتے عبارت کتاب کی اُردو ہوتی ہے۔ اس کے سمجھنے میں کیا



وقت ہے کیونکہ اردو ہماری مادری زبان ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہی بات ہے تو شخص جس فن کا چاہے بدون استاد کے پورا جاننے والا بن سکتا ہے۔ کیونکہ کتابیں ہر علم کی موجود ہیں حالانکہ تجربہ اس کے خلاف ہے۔ مثل مشہور ہے کہ جانے استاد خالی است۔ اُستاد کی جگہ خالی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اردو کتابوں کو سبق سبق کر کے اُستاد سے پڑھنا چاہیے۔ خاص کر تصوف کی کتابوں کو بدون اُستاد کبھی نہ دیکھتے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ خیران وکیل صاحب نے احیاء العلوم کی کتاب خوف کو دیکھا تھا اور ایک موقعہ کو پورا نہیں سمجھے۔ اس سے ایسا خوف دل میں بیٹھا کہ بات نہ کر سکتے تھے اور نیند اڑ گئی۔ البتہ یہ خیر تھی کہ آپ ہی آپ کوئی رائے قائم نہیں کی۔

**بزرگوں کی کتابوں کو دیکھ کر خود رائے قائم کر لینا بڑی غلطی ہے**

جیسا کہ آج کل عادت ہے کہ بزرگوں کی باتوں کو کتابوں میں دیکھ کر کسی جاننے والے سے ان کے سمجھنے کی کوشش تو کرتے نہیں اپنی طبیعت سے جو چاہتے ہیں حکم لگا دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان بزرگوں سے بد عقیدہ ہو جاتے ہیں اور وہی تباہی باتیں بکنے لگتے ہیں یا اس کے موافق غلط عقیدہ رکھ کر خراب ہوتے ہیں۔ وکیل صاحب میرے پاس آئے کہ جنت کی امید ہی نہیں خواہ کچھ ہی کرے۔ تمام عمر کوشش کرے اور دُنیا کو بے مزہ کر دے۔ اگر کتاب کا لکھا ہوا سچ ہے تو خاتمہ ذرا میں بگڑ سکتا ہے۔ جس وقت میرے پاس کتاب لے کر آتے تو یہ حالت تھی کہ ہاتھ کا پتے تھے زبان لڑکھڑاتی تھی کتاب کی عبارت نہ پڑھی جاتی تھی یہ حال تھا کہ جیسے کسی کو پھانسی کا حکم سنا دیا جاتا ہے میری سمجھ میں یہ بات آئی کہ حد سے زیادہ خوف غالب آنا اچھا نہیں۔ میں نے دوسرے

موقعہ اسی کتاب کے دکھائے سمجھ لیں کہ ان کے سارے شبہ جاتے رہے اور دل ٹھہر گیا وہ کہنے لگے کہ آپ نے مجھ کو بچا لیا جانے کیا ہو جاتا میری جان نہ رہتی یا ایمان نہ رہتا کتاب میں سب کچھ لکھا ہے مگر استاد کی ضرورت ہے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَسْأَلُكَ مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُولُ بِهِ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيكَ صرف اتنا خوف چاہتے ہیں کہ گناہوں کو روکے اس قدر نہیں کہ ہم اٹھانہ سکیں۔ جو خوف الٹا گناہ کا سبب ہو وہ بھی گناہ ہے۔

بڑھاپے میں امید اور جوانی میں خوف غالب رکھنا چاہیے | اسی واسطے

لکھا ہے کہ بڑھاپے میں امید غالب رکھے اور جوانی میں خوف۔ کیونکہ بوڑھے آدمی سے ویسے ہی کچھ نہیں ہو سکتا اگر خوف غالب ہو جائے گا تو رہے سے ہاتھ پیر پھول جائیں گے اور امید میں کچھ نہ کچھ کیے ہی جاتے گا اور جوانی میں طاقت ہوتی ہے خوف کو برداشت کر سکتا ہے۔ جتنا خوف زیادہ ہو گا نفس کو تنبیہ ہوگی اس لیے گناہوں سے بچے گا اور اچھے کام کرے گا۔ ہر موقعہ کی تدبیر جدا ہے۔ باطنی طبابت بھی ظاہری طبابت کی طرح ہے۔ چنانچہ کبھی ٹھنڈی دوا پیتے ہیں۔ کبھی گرم کبھی سہل دینا پڑتا ہے کبھی قوت۔ اسی طرح دل کے مرضوں کی تدبیریں جدا ہیں۔

حق تعالیٰ نے جو آیت میسر کر دی ہے اس سے صورت بھی نافرمانی کی باہر نہیں

حق سبحانہ تعالیٰ نے جو کلمہ بتایا ہے۔ اگر اس کو سہل ہے تو دلی ہو جائے ایک صورت بھی نافرمانی کی اس سے باہر نہیں۔ چنانچہ نافرمانی خواہش نفس سے ہوتی ہے مثلاً نماز نہ پڑھی یا دیر کر



کے پڑھی یاد دل حاضر کر کے ادا نہ ہوئی۔ اگر غور کیا جائے تو سب اس کا ضرور ایسا بنگا کہ خواہش نفس کے نیچے ہو۔ فرض کیجئے کہ نماز نہ پڑھنے کا سبب یہ ہو کہ نیند آ رہی تھی عشاء کا وقت ہوا مگر آرام میں نکل گوارا نہ ہوا سو کر صبح کر دی۔ آرام اور تن کا پالنا یہ خواہش نفس ہی تو ہے۔ دیر بھی اکثر جب ہی ہوتی ہے کہ آدمی دوسرے کام میں لگا ہوا ہو اس کام کے بیچ میں رہ جانے سے نقصان مال کا اندیشہ ہوتا ہے اس نقصان کو گوارا نہ کیا اور نماز میں دیر کر دی یہ مال کی محبت ہے جو نفس کی خواہشوں میں سے ہے۔ اسی طرح نماز میں بے توجہی جمی ہوگی کہ جب دوسری طرف توجہ ہو اور توجہ کا ایک طرف نہ رہنے دینا بھی نفس کا کام ہے اسی کی خواہش سے ہوتا ہے۔ قاعدہ یہ ہونا چاہیے کہ ہر بات میں خیال رکھے کہ نفس کی خواہش ہے یا نہیں۔ جب اس پر ہمیشگی کرے گا تو ممکن نہیں کہ اس سے گناہ ہو سکے تھوڑے دنوں عادت ڈالنے سے اس کا نفع معلوم ہو سکتا ہے۔ ہر کام کو کرتے وقت سوچ لیا کرو کہ اس میں نفس کو مزہ آتا ہے یا نہیں اگر لذت آتی ہے تو سمجھ لیجئے کہ یہ ضرور ایک صورت گناہ کی ہے، پھر اس مزہ کو اپنے اوپر غالب کرو بلکہ تمہیں غالب ہو جاؤ۔ اس طرح کہ اس کے نقصانوں کو آنکھوں کے سامنے رکھو اور ان کے پاس تک ہی نہ جاؤ۔ اکثر گناہوں میں سب جانتے ہیں کہ نقصان ہیں مگر پھر خواہش نفسانی سے دب کر اس کو کرتے ہیں۔ مثلاً غیبت کرنے والا جانتا ہے کہ اگر اس شخص کو خبر پہنچے گی تو لڑائی ضرور ہوگی اور بہت سے نقصان پہنچیں گے نفع تو کوئی بھی نہ ہو گا مگر پھر کرتا ہے اور کرنے سے طبیعت کو چین ملتا ہے جیسے کسی سے بد لالے لیا یہ خواہش نفسانی ہی تو ہے۔

## غیبت سننے والا بھی مثل کرنے والے کے ہے

ایسے بھی پرہیزگار  
ہیں کہ غوغیبت

نہیں کرتے مگر ان کو سننے میں مزہ آتا ہے بہت ہمت کی تو یہ کیا کہ غیبت کرنے والے سے الزام اٹھانے کی غرض سے کہہ دیا کہ میاں جانے دو اور رغبت سے سُن رہے ہیں اور دل میں سمجھتے ہیں کہ میں غیبت سے بچا ہوا ہوں بہت احتیاط کرتا ہوں۔ دوسرے کو منع کر دیتا ہوں۔ مگر یہ سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ کو دل کی خبر ہے صرف زبانی باتوں سے کیا کام چلتا ہے۔ اگر ان کے باپ کو کوئی گالیاں دینے لگے تو یکے لڑنے لگیں گے منع کرنا اس کو کہتے ہیں۔ حضرات ایسے منع کرنے سے رہائی نہیں ہوتی۔ سننا بھی غیبت میں شامل ہے۔ ظاہراً غیبت نہ کی سہی۔ ظاہر بینوں کی نگاہ میں پرہیزگار بن جائیں مگر باطن میں تو مرض موجود ہے۔ نفس نے جو خواہش کی تھی اس کا ظاہر تک اثر نہ آیا سہی دل میں تو مزہ ہے اور اس کی طرف پکی خواہش موجود ہے۔ یہی نفس کی تابعداری ہے۔

## رشوت لینے میں نفس کی چال

نفس کی چال میں بڑے بڑے عقلمند  
آجاتے ہیں کوئی چیز رشوت میں

مثلاً ملنے لگے تو نفس ضرورت بتاتا ہے کہ فلاں فلاں کام سمجھ کر نے ہیں ان کے لیے اتنے خرچ کی ضرورت ہے اور اس کے ساتھ ہی حیلہ بھی ذہن میں آجاتا ہے کہ یہ شخص خوشی سے دیتا ہے اور تجھے ضرورت ہے۔ اس وقت لے لینا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کریم ہیں یہ ضرورتیں بھی رفع ہو جاویں اور پھر تو بے گناہ بھی نہ رہے گا۔ کیسی اچھی بات ہے حضرت یہ سب وہ تدبیریں ہیں جن سے نفس جال میں پھنسا رہا ہے اور اس حیلہ کی ضرورت بھی اس وقت ہوتی ہے جب کچھ خوف دل میں ہو ورنہ حیلہ کی بھی کیا ضرورت ہے اور



اتنی دیر کب گوارا ہے گردن پکڑ کر حکم کر دیا کہ یہ رقم ہرگز بنانے پائے بس اس کی تعمیل ہو گئی  
 ہاں نفس جن کو احتیاط والا پاتا ہے ان کے لیے خواہ مخواہ کی ضرورتیں کھڑی کر دیتا ہے  
 اور کھجادیتا ہے کہ ان کا پورا کرنا ہے حالانکہ فیضول خرچی ہے مگر لوگ ضرورتیں ایسی تراش لیتے  
 ہیں کہ ان کو فیضول خرچی بھی نہیں سمجھتے۔ آج کل کے عقلمند اس مرض میں بہت مبتلا ہیں۔  
 مجھے ایک شخص ملے اور خوشخبری سنائی کہ لڑکا نائب تحصیلدار ہو گیا۔ میں نے کہا بڑی اچھی  
 بات ہے۔ مگر ان کو تنبیہ کیجئے گا کہ فیضول خرچی نہ کریں۔ کہنے لگے کچھ سامان تو کرنا ہی پڑتا  
 ہے بڑے لوگوں کی آمد و رفت ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ چار بھلے مانس آویں اور میز  
 کرسی لمپ وغیرہ گھٹیا رکھے ہوں یا مکان شاندار نہ ہو۔ یہ اسراف بمعنی فیضول خرچی ہے  
 جسے ضروری سمجھ رکھا ہے۔

## ضرورت و قسم کی ہوتی ہے واقعی اور فرضی

یہ خیال کر لیجئے کہ  
 ضرورت دو قسم کی

ہوتی ہے۔ ایک واقعی دوسری فرضی۔ واقعی ضرورت کی تو انتہا ہو سکتی ہے اور فرضی ضرورت  
 کی کہیں انتہا نہیں جب انتہا نہ ہوتی تو اس کے رفع کرنے کے لیے کون سی قسم کافی  
 ہو سکتی ہے۔

## فیضول خرچی سے خاندان کے خاندان تباہ ہو گئے

فیضول  
 خرچی

گناہ تو ہے ہی جس کا وبال آخرت میں ہو گا۔ مگر دنیا میں بھی اس کا نتیجہ دیکھ لیجئے کہ خاندان  
 کے خاندان اس کی بدولت تباہ ہو گئے۔ چنانچہ ایک شادی بھی جس نے کی اور فرضی  
 ضرورتیں پوری کیں تو نقدی اور جائیداد اور مال و متاع سب نذر کر دیا اور پھر بھی پورا نہ ہوا

قرض لے کر بے شکل آبرو بچائی اور بعد میں آبرو بھی چلی گئی چنانچہ تقریبوں کی رسوں میں جو صرف کرتے ہیں وہ سب فرضی ضرورتیں ہیں۔ بیوی کے کان میں پانچ سو سے کم کا زیور نہ ہو خواہ میاں کی اوقات دو ہی پیسہ کی ہو۔ کہیں سے لاؤ تب منہ دکھاؤ۔ میز کرسی پوشاک سب باقاعدہ ہوں ایسا نہ ہو کہ کوئی بڑا آدمی ان کو چھوٹا کہہ دے۔ حضرت بڑے آدمی کو یہ بھی تو معلوم ہو گا کہ میاں کی اوقات صرف پچاس ہی روپیہ کی ہے پھر بڑا کیسے کہہ دے گا۔ یہ ضرورت نہیں صرف فیشن ہے یہ سب فضولیات ہیں جن کو نفس ضروری بتاتا ہے اور ان کو پورا کرنا خواہش نفس کی تعمیل ہے۔ جس میں بڑے عقلمند گرفتار ہیں۔ نہیں معلوم عقل کیسے گوارہ کرتی ہے کہ اپنے کو دشمن کے ہاتھوں میں دیدیا جاوے مسلمان کا کام تو یہ ہے کہ ہر کام میں یوں لپچھے کہ حق تعالیٰ کا کیا حکم ہے۔ بجائے اس کے ہر کام میں شیطان افسوس سے پوچھتے ہیں کہ سرکار کا کیا حکم ہے۔

مسلمانو! کیا جواب ہو گا جب کہ قیامت کو یہ پوچھا جائے گا۔

اَلَمْ اَعٰهَدُ اِلَيْكُمْ يَا بَنِي اٰدَمَ اَنْ لَا تَعْبُدُوْا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ وَاَنْ اَعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيْمٌ ۝  
وَلَقَدْ اَصَلَّ مِنْكُمْ جِبَلًا كَثِيْرًا اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ۝ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُوْنَ ۝ (پہلے، رکوع نمبر ۳، آیت ۶۰ تا ۶۳)

ترجمہ: اے آدم کی اولاد میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرو وہ تمہارا دشمن ہے۔ میری عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے اور تم دیکھ چکے تھے کہ بہتوں کو اس نے گمراہ کر دیا تھا تمہیں عقل نہ تھی اب یہ دوزخ موجود ہے۔

دنیا میں سب کے نزدیک قاعدہ مانا ہوا ہے کہ جھلائی کا بدلہ جھلائی ہے مگر لوگو!



نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلاف معاملہ کر رکھا ہے۔ دیکھتے جس قدر اس طرف سے احسان زیادہ ہوتے ہیں اسی قدر اس طرف سے ناشکری ہوتی ہے۔

گناہ میں دین اور دنیا دونوں کا نقصان ہے

خواہش نفسانی  
وہ بُری چیز ہے

جس میں دین کے صدمہ گناہ ہیں اور دنیا کے بھی نقصان ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ ساتھ چھوڑ دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی سامان جمع کرتا ہے مگر وہ سامان مقصد تک بہت کم پہنچاتے ہیں۔ ہر کام میں پریشان رہتا ہے بعض آدمی ذریعے کم رکھتے ہیں اور کام زیادہ ہوتا ہے اور نافرمان ذریعے زیادہ رکھتے ہیں اور کام اتنا بھی نہیں ہوتا۔ ایک یہ کہ گناہ کار کے رزق میں تنگی ہوتی ہے شاید کوئی یوں کہے کہ ہم پر تنگی نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ رزق سے غرض یہ ہے کہ اطمینان ہو اور یہ گناہ کرنے میں حاصل نہیں ہوتا۔ ناجائز طریقہ سے کمنا ہی کم لو مگر جو خوشی اور بے فکری تھوڑے حلال کے مال سے ہوتی ہے وہ ہرگز اس سے حاصل نہیں ہوتی یہ بات تجربہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔ نامرد کو کمنا ہی سمجھاؤ کہ عورت کی لذت یہ ہوتی ہے وہ کبھی نہ سمجھے گا اور انا تمہیں بیوقوف بنائے گا۔ اس کی تدبیر یہ ہے کہ اس کا علاج کرو جب طاقت پیدا ہو جائے گی تو خود عقلمندی اور بے وقوفی سمجھ لے گا۔

اس لیے گناہ چھوڑ کر طاعت اختیار کرو  
پھر دیکھو کہ دل میں کیا بات پیدا ہوتی ہے

طاعت عجیب چیز ہے

جس سے ظاہر ہو جائے گا کہ اطمینان یہ چیز ہے۔ حضرت طاعت تو وہ چیز ہے جس کا اثر بھول کر ہو جانے سے بھی ہوتا ہے۔ جیسے کپڑا بھولے سے رنگ میں گر جائے تو قصداً

رنگنے کے موافق اگرچہ نہ ہو مگر وجہ تو پڑ ہی جائیں گے۔ تجربہ ہوا ہے کہ اگر دھوکے سے عبادت ہو گئی تو اس کا اثر ہو گیا۔

چنانچہ مشہور قصہ ہے کہ ایک چور

بادشاہ کی لڑکی پر عاشق ہوا تھا

بادشاہ کی لڑکی پر عاشق تھا ایک دوز چوری کرنے کے ارادہ سے بادشاہ کے یہاں گھب وہاں بادشاہ اور بیگم میں اسی لڑکی کی شادی کی نسبت بات ہو رہی تھی وہ بادشاہ کہہ رہا تھا کہ میں تو اس کی شادی عابد و زاہد پر میرنگار سے کروں گا۔ یہ چور صاحب چوری بھول گئے اور بہت غنیمت جانا کہ آج خوب کام بنا۔ وہاں سے آکر ایک مسجد میں جا بیٹھے اور دن رات عبادت کرنا شروع کی۔ اس کا شرہ ہو گیا کہ ایک بڑے عابد صاحب شریف ہیں۔ ادھر بادشاہ نے آدمی مقرر کر رکھے تھے چنانچہ خبر ملی کہ ایک عابد صاحب فلاں فی مسجد میں قیام رکھتے ہیں ان سے زیادہ متقی و عابد کوئی نظر نہیں آتا بادشاہ نے خاص وزیر کو ان کے پاس پیغام لے کر بھیجا اور یہاں کام ہو چکا تھا۔ انھوں نے توجہ بھی نہ کی وزیر نے نہایت ادب سے پیغام بادشاہی سنایا انھوں نے کہا کہ صہل میں نیت تو میری بُری تھی مگر حق تعالیٰ نے اپنا فضل کیا۔ اب مجھے نہ آپ کی بیٹی کی ضرورت ہے نہ آپ کے لاؤشکر کی۔ بس تشریف لے جائیے اور میرا وقت ضایع نہ کیجئے۔

بعض لوگ بُری غرضوں اسلام لاتے ہیں مگر انجام کار درستی ہوتی ہے

طاعت ایسی چیز ہے کہ بعض وقت کو اس میں چھی غرض نہ ہو مگر انجام کار اسی سے درستی ہو جاتی ہے ایسوں کے اسلام کو حقیر نہ سمجھنا چاہیے۔ بعض لوگ غافل نادان کہتے ہیں کہ ان



بھکاریوں کو مسلمان نہ کرنا چاہیے ان لوگوں نے پیشہ کر لیا ہے مسلمان کرنے کا نتیجہ ہی کیا ہے۔ اس میں اسلام کی بدنامی ہے مجھ سے ایک صاحب یہی فرماتے تھے میں نے ان کو جواب دیا کہ اگر ایسی بدنامی کیوجہ سے اسلام سے نکال دیں۔ تو آپ میں بھی بہت سے عیب ہیں جن سے اسلام بدنام ہوتا ہے۔ نیا مسلمان اگرچہ جنید بغدادی ہی ہو اور موروثی شیطان بھی ہو تو پردہ انہیں میں تجربہ سے کتا ہوں کہ بعض وقت مسلمان کسی لالچ سے ہوتا ہے مگر اسلام وہ چیز ہے کہ خود دل میں جگہ کر لیتا ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے :  
تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَإِنِّي الْعَلِمُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ لِلَّهِ كَمْ مِثْلُ عِلْمِ اللَّهِ  
کے سوا کسی اور غرض کے لیے سیکھا تھا مگر علم نے خود نہ مانا اور اللہ ہی کا ہو کر رہا آگ  
جلاؤ اور ارادہ کرو کہ لکڑی نہ جلے تھوڑی دیر میں لکڑی راکھ ہو جائے گی۔ کسی بزرگ سے  
کسی نے کہا دیکھئے صاحب فلانا شخص دکھلاوے کا ذکر کیا کرتا ہے۔ بزرگ نے کہا تو تو  
دکھلاوے کا بھی نہیں کرتا وہ دکھلاوے کا کرتا تو ہے۔ کبھی نہ کبھی ذکر دل میں جگہ کر ہی لیگا  
اور تجھ سے کیا امید ہے۔ ہمارے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ فرماتے تھے کہ  
عبادت اول ریا ہوتی ہے چند روز میں عادت ہو جاتی ہے۔ پھر عبادت و اخلاص  
واقعی یہ بات بالکل درست ہے۔ دیکھ لیجئے بچپن میں آدمی نماز پڑھتا ہے اس وقت  
کیا حال ہوتا ہے پھر جوانی میں اور کیفیت ہوتی ہے اور بڑی عمر میں کچھ اور ہی بات  
پیدا ہو جاتی ہے۔ بچپن میں استاد یا والدین کے ڈر سے پڑھی جاتی ہے۔ اگر کسی  
وقت دیکھ بجال نہیں تو ٹال دی جاتی ہے یا بے وضو اڑا دیتے ہیں۔ یہ ریا ہی ہے  
پھر پڑھتے پڑھتے شعور کے دنوں میں طبیعت مانوس ہو جاتی ہے اور جیسا کہ اور  
ضروری کاموں کا تقاضا ہوتا ہے ایسا ہی نماز کا ہونے لگتا ہے۔ تا وقتیکہ ادانہ کر لی

جائے بوجھ رہتا ہے یہ مرتبہ عادت کا ہے۔ اس کے بعد محمد ﷺ یہ کیفیت ہوتی ہے کہ بلاناظر چین ہی نہیں پڑتا۔ یہ درجہ اخلاص کا ہے اس کا تجربہ مدرسہ میں رہ کر طلبہ پر اچھی طرح ہوا کہ ابتداء میں اور حالت ہوتی ہے مگر فارغ ہوتے ہی مخلص بن جاتے ہیں۔

## طالب علموں پر اعتراض اور اس کا جواب

یہی بات جس کو لوگ نہیں جانتے وہ طالب علموں کی ابتدائی حالت دیکھ کر طرح طرح کے اعتراض کرتے ہیں۔ یوں کہتے ہیں کہ یہ لوگ بالکل نکمے ہوتے ہیں۔ دنیا سے تو نا آشنا ہیں ہی دین ہی میں کیا کمال پیدا کیا۔ میں کہتا ہوں ابھی ان کی حالت کیا دیکھتے ہو پڑھنے دو۔ انہیں میں پیشوا ہوں گے اور انہیں میں اپنے وقت کے غزالی ہوں گے۔ لوگوں کی یہ حالت ہے کہ طالب علموں سے ذرا سا قصور ہو جائے تو تمام شہر میں سن لیجئے کہ اسلامی مدرسہ والوں نے یوں کیا۔ کس قدر غیرت اس لفظ سے چمکتی ہے۔ آپ کو طالب علموں سے لگاؤ رکھنا چاہیے یا بے تعلقی۔ یہ تمہارے دین کے ذمہ دار ہیں ان سے قطع کرنا کس سے قطع کرنا ہے۔ آپ کو ان سے لگاؤ ہی رکھنا چاہیے۔ دیکھئے تو اگر آپ کا بچہ کسی سے لڑ کر آتے اور یہ بھی آپ کو معلوم ہو جاوے کہ سراسر زیادتی اسی کی تھی تو آپ اس کے ساتھ کیا برتاؤ کریں گے عین لڑائی کے وقت تو آپ اس کی حفاظت ہی کریں گے اور جس طرح ممکن ہو گا اس کی بات نیچی نہ ہونے دیں گے پھر غصہ جلتے رہنے کے بعد علیحدگی میں کچھ کو تنبیہ کریں گے کہ آئندہ ایسا نہ کرنا یہ بھی جب ہے کہ آپ بہت حق پسند ہوں اگر غیر آدمی پوچھے گا کہ میاں کیا بات تھی تو یا تو اپنے بچہ جیسی کہیں گے اور اگر بالکل کھلی ہوئی خطا ہو تو کہیں گے کچھ نہیں بازار میں ایک آدمی سے کچھ جھگڑا ہو گیا تھا لڑکا تیز مزاج ہے دبا کسی سے ہے نہیں بات بڑھ گئی۔



اپنے بچہ کے عیب کو کیوں مشہور نہ کیا اس کا عیب عیب نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس سے آپ کو پیدائشی تعلق ہے۔ اس کی بدنامی اپنی بدنامی ہے۔ بچہ سے لگاؤ طبیعت کے حکم سے ہے طالب علم سے حق تعالیٰ کے حکم سے لگاؤ رکھا ہوتا اس کے قصور کو بھی اپنے بچہ کے قصور کی طرح دبایا ہوتا اور اس کی بدنامی میں دین کی بدنامی سمجھی ہوتی۔ بعض کمندیا کرتے ہیں کہ اگر ان کے قصور نہ پکڑے جائیں تو ان کو تنبیہ کیونکر ہو۔ میں کہتا ہوں اپنی طبیعت سے ہی انصاف کر لو کہ جس طرح اپنے بچہ کو تنبیہ کرتے ہو اسی طرح طالب علم کو کرتے ہو یا نہیں۔ مان لو کہ تمہارا بچہ اس قدر شریر ہو کہ باوجود تنبیہ کے بھی نہ مانے اور بُری سے بُری حرکتیں کرے جس سے خاندان پر دھبہ آجاتے ننگے ناموس کو بڑ لگ جاتے تب آپ اس کے ساتھ کیا برتاؤ کریں گے۔ کیا آپ اس سے بالکل تعلق چھوڑ دیں گے ہرگز نہیں اور اگر کوئی چھوڑ بھی دے تو موت سے بدتر دل پر صدمہ رہتا ہے خود سمجھانے سے جب اثر نہیں ہوتا تو جن کا وہ لحاظ کرتا ہے ان سے سمجھوایا جاتا ہے، طالب علم کے کسی بڑے جرم پر کیا ایک چھوٹے سے قصور پر بھی میں پوچھتا ہوں کہ اسی طرح شفقت سے تنبیہ ہوتی ہے یا غیروں جیسی۔ اگر اسی طرح کرتے ہیں تو الحمد للہ بڑی خوبی کی بات ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر بھی کہتا ہوں کہ ان سے آپ نے کیوں تعلق توڑا۔ کیا وہ آپ کے دین کی نگہداشت کرنے والے نہیں ہیں یا آپ کے ذمہ دین کی حفاظت نہیں ہے ان میں سے ایک کے قصور پر آپ سب کو بدنام کیوں کرتے ہیں۔ کیا آپ کے سارے بچے ایک ہی سے نیک اور بچپن ہی سے تمیز دار ہوتے ہیں۔ ابتدائی حالت دیکھ کر اعتراض مت کرو۔ ہر تابعدار کی ابتدائی حالت ایسی ہی ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تابعداری ہونی چاہیے خواہ کسی طرح ہو پھر وہ خود آدمی کو درست کر لیتی ہے۔ اور تابعداری ایسی



چیز ہے کہ اس میں دین و دنیا دونوں کے نفع ہیں اور گناہ کے یہ تو وہ نقصان تھے جو خود کرنے والے کو پہنچتے ہیں اور اکثر وہ نقصان ہیں جو دوسروں کو پہنچتے ہیں۔ جیسے غیبت کہ جب ایک آدمی کسی کی غیبت کرے گا تو دوسرے کو خبر پہنچے گی پھر وہ کیوں نہ کرے گا بلکہ اس سے زیادہ کرے گا۔ اس سے دونوں میں عداوت ہوگی۔ پھر عداوت وہ چیز ہے کہ جب دو میں پڑ جاتی ہے تو دونوں کا نماز روزہ سب عداوت ہی ہو جاتی ہے اٹھنے بیٹھنے سونے میں ہر وقت یہی فکر رہتی ہے کہ کسی طرح دوسرے کو نقصان پہنچے نیت نماز کی باندھ رکھی ہے اور دل میں دوسرے کو نقصان پہنچانے کی تدبیریں سوچی جا رہی ہیں یہ کیا نماز ہوئی اور دل کا شغل حرام چیز سے ہوا۔ منہ میں روزہ ہے اور زبان دوسرے کی غیبت میں بھری ہے۔ دل میں خوش ہیں کہ روزہ ہے۔ یہ خبر نہیں کہ روزہ میں ان چیزوں کو تو چھوڑا جو حلال تھیں یعنی کھانا پینا اور جو چیزیں ہمیشہ حرام ہے اس کو نہ چھوڑا تو یہ کیا روزہ ہوا۔ غرض یہ عداوت اسی غیبت کی بدولت ہوئی اور عداوت وہ چیز ہے کہ دل کو ایک ہی طرف کا کر لیتی ہے۔ وہ کیا ہے نقصان پہنچانا۔ آپ جانتے کہ عداوت چھوٹا سا لفظ کس قدر برائی لیے ہوئے ہے تفصیل کی ضرورت نہیں بالکل ظاہر ہے کہ عداوت دوستی کی ضد ہے جتنی بھلائی دین اور دنیا کی دوستی میں ہے اتنی ہی برائی بھی عداوت میں ہے۔ یہ سب کا ہے سے ہوا۔ ایک ذرا سی غیبت سے خواہش نفسانی کی اور خرابی سننے مثلاً میرا اور آپ کا جانا د پر مقدمہ ہے ہر شخص کی خواہش ہے کہ مجھ کو پورا مل جاوے بس لڑائی ہو گئی۔ اگر دونوں یہ کہتے کہ ہمیں کچھ نہیں چاہیے تو طول کا ہے کہ کھینچتا مقدمہ بازی کی نوبت کیوں آتی اور آپس میں نفاق اور عداوتیں کیوں پیدا ہوتیں۔



## ایمانداری کے متعلق قصہ

چنانچہ حدیث میں ایک قصہ ہے پہلی امتوں میں بھی بڑے بڑے اچھے لوگ تھے

ہیں ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ اپنا مکان بیچا۔ خریدنے والے نے جب دخل لیا تو اس میں ایک گھڑا سونے کا بھرا ہوا پایا وہ گھڑا لے کر بائع کے پاس آیا کہ تو اپنا گھڑا لے تمہارے مکان میں سے نکلا ہے اس نے کہا کہ میں تو مکان کی قیمت لے چکا میرا اس میں کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے تو قیمت مکان کی دی ہے اسی پر معاملہ ٹھیرا ہے یہ گھڑا اس میں شامل نہیں میں کیسے لے لوں۔ ایماندار ہی اسے کہتے ہیں۔ اگر آج کل گھڑا نکل آئے تو مزہ آجاوے۔

## مٹی کے سونا ہو جانے کی دُعا مانگنے کا قصہ

کانپور میں دو آدمیوں نے

کہیں سُن لیا تھا کہ شب قدر میں جو دُعا مانگی جاوے قبول ہوتی ہے۔ چنانچہ دونوں ایک مٹی کا ڈھیلے کر بیٹھے اور اس پر ایک رومال ڈھک دیا اور دُعا مانگنی شروع کی کہ یا اللہ میٹھی سونا ہو جاوے تمام رات دعا کرتے رہے جوں جوں صبح ہوتی تھی شوق بڑھتا جاتا تھا بمشکل صبح پکڑی اور جلدی سے کھولا دیکھیں تو وہی مٹی۔ ساری آرزوئیں خاک ہو گئیں اور دل مر گیا کہ شب قدر بھی خالی گئی طرح طرح کے شیطانی خیال آئے کہ دُعا کو ویسے بھی سُنا کرتے تھے کہ قبول ہوتی ہے اور آج تو شب قدر تھی۔ اسی فکر میں بیٹھے تھے خیریت ہوئی کہ بندہ خدا ایک درزی پہنچ گیا جو علم والوں کی صحبت پائے ہوئے تھا ان سے پوچھا کیسے سُست ہو انہوں نے سارا قصہ بیان کیا۔ اس نے کہا کہ بھائی شکر کرو ہمیں کچھ حکمت ہو گی۔ ایک ذرا سی بات تو مجھ کو معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے



بدخواہ نہیں ہیں۔ اگر وہ سونے کا ٹکٹا تو تم دونوں میں لڑائی تو ابھی ہوتی پھر جانے کہاں تک طول کھینچتا۔ ممکن ہے ڈھیلہ کسی تیسرے کا ہو جاتا۔ دونوں کی تسکین ہو گئی۔ غرض یہ کہ موہوم سونے کے لیے تو اتنی محنت کی کہیں سونے کا گھڑا نظر پڑ جائے تو جانے کیا ہو۔

## صحابہ کی ہمدردی کا عجیبہ قصبہ

صحابہ کا ایک قصہ کتاب میں آتا ہے کہ ایک لڑائی میں بہت سے آدمی شہید ہوئے

کئی آدمی نزع کی حالت میں تھے موت کے وقت پیاس کا غلبہ ہوتا ہے ایک شخص نے آواز دی کہ کوئی میرے حلق میں ذرا سا پانی ڈال دے تو بڑا کام کمرے۔ ایک بندہ خدا پانی لے کر پہنچا اور پلانا ہی چاہتا تھا کہ اتنے میں ایک طرف سے آواز آئی کہ ذرا سا پانی کوئی پلاتا۔ انہوں نے پڑے پڑے کہا کہ پہلے ان کو پلاؤ پھر مجھے پلانا۔ یہ شخص پیالہ لے کر ان کے پاس پہنچے پلانا ہی چاہتے تھے کہ اسی طرح ایک اور آواز آئی۔ غرض موقع قتل میں چھ سات جگہ اسی طرح پانی لیے پھرے اور سب یہی کہتے رہے۔ اخیر میں جن کے پاس پہنچے ان کو پلانے کی نوبت نہ آئی تھی کہ دم آخر ہو گیا۔ یہ لوٹے اور پہلوں کے پاس پانی لائے جس کو دیکھا دم آخر ہو گیا تھا۔ ایسا یعنی دوسرے کی مصلحت کے لیے اپنی مصلحت کو چھوڑ دینا اسی کو کہتے ہیں۔ پانی وہ چیز ہے کہ حج کے سفر میں دیکھا ہے کہ پیاس میں باپ بیٹے کو چھوڑ دیتے ہیں موت کے وقت کی پیاس کا کیا حال ہوگا۔

## نا اتفاقی کی وجہ خواہش نفسانی کی پیروی ہے

غرض ہم ہیں جو بجائے

اشارے کے کشاکشی اور لڑائی جھگڑے ہیں اس کی وجہ وہی نفس کی تابعداری ہے یہی وجہ اتفاق نہیں ہونے دیتی۔ آج کل سب نے یاد کر لیا ہے "اتفاق، اتفاق" یہ خبر نہیں کہ اتفاق کا



سے ہوتا ہے۔ اتفاق ہوتا ہے خواہش نفسانی روکنے سے۔

## خواہش نفسانی کا روکنا سب کے نزدیک مانا ہوا ہے

غرض ساری  
برائیوں کی جڑ

خواہش نفسانی ہے اور یہی روکنے کی چیز ہے۔ اس نکتہ کو سب ہی نے سمجھا حتیٰ کہ حکام میں سے ان لوگوں نے جن کو مذہب سے کوئی علاقہ نہیں۔ دیکھو حاکم بعض کاموں سے روکتا ہے اور بعض کی اجازت دیتا ہے وہ جن کاموں سے روکتا ہے وہ ہی تو ہیں جن کو لوگ کرنا چاہتے ہیں مگر حاکم کے نزدیک نقصان کا باعث ہیں۔ معلوم ہوا کہ دنیا کی مصلحتوں کا تقاضا بھی یہی ہے کہ شخص کو اپنی خواہش پورا کرنے کی اجازت نہ دی جاوے۔ اگر حاکم نہ روکے اور آزاد چھوڑ دے کہ جو چاہے کرو تو اس کا کیا حشر ہوگا۔ دنیا کے انتظاموں کو بھی دیکھ کر یہ بات صاف نکلتی ہے کہ خواہش نفسانی روکنے ہی کی چیز ہے تو اپنے گھر میں بی بی کو کیوں روکتے ہو اسکو تو ہر طرح سمجھاتے ہو کہ زیادہ زیور فضول ہے پوشاک میں زیادہ تکلف سے کیا فائدہ مگر اپنے نفس کو نہیں روکتے۔ پابندی وہ چیز ہے کہ کسی کو اس سے چارہ نہیں فرق اتنا ہے کہ جو عقلمند ہیں وہ اختیار سے کرتے ہیں اور کم عقل زبردستی پابند بناتے جاتے ہیں۔ آپ نفس کو بالکل کسی طرح آزاد نہیں کر سکتے۔

اے مسلمانو! قانون کی وجہ سے تو تم نے خواہش نفس کو چھوڑ دیا اور اللہ و رسول کے حکم سے نہیں چھوڑتے یہ کیا غضب ہے۔ اگر قانون کی رُو سے کسی بات کی مانعت ہو جاوے تو ایک بھی حیلہ باقی نہ رہے اور اللہ تعالیٰ اگر کسی کام کو منع کریں تو اس میں حیلہ نکالے جاویں اور ضرورتیں ثابت کی جائیں۔ قانون کے مقابلہ میں ضرورتیں کہاں چلی جاتی ہیں۔ افسوس اللہ تعالیٰ کی محبت دنیا کی مصلحت کی برابر بھی نہ ہوئی۔ حالت



یہ ہے کہ ایک مُردار عورت اگر کمرے رات بھر کھڑے رہو تو گر گزریں گے اور اللہ تعالیٰ حکم سے عشاء کی نماز بھی بھاری ہے۔ ایک شخص کا قصہ ہے یہ ایک بزرگ ہیں پہلے حالت ایسی ہی تھی بعد میں بزرگ ہوئے ہیں وہ یہ کہ ایک عورت سے عشق تھا بڑی آرزوؤں کے بعد ایک دن شام کو کہیں بات کرنے کا موقع مل گیا اور صورت یہ تھی کہ کھڑکی کے نیچے بات کرنے کھڑے ہوئے تھے۔ ایسے ہوئے کہ تمام رات گزرتی جب موزن نے صبح کی اذان دی تو کیا کہتے ہیں بھلے مانس تجھے بھی آج ہی عشاء کی اذان سوئے کہی رہ گئی تھی کسی نے کہا کہ جناب خبر بھی ہے صبح ہو گئی مُنہ پھیر کر دیکھا تو واقعی صبح تھی۔ دل پر اثر ہوا بہت روئے اور ایک بزرگ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ اس خیال کو چھوڑا۔ پھر صاحب کمال ہوئے اور بھی کچھ ہوا۔

## افسوس اللہ تعالیٰ کے حکم کی قدر کسی کے علم کے برابر بھی نہیں

غور کریں تو آج کل اللہ تعالیٰ کے حکموں کی اتنی بھی قدر نہیں جتنی کہ ایک کسی کے حکموں کی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کیسے ہی آسان اور سراسر مفید اور حکمت کے بھرے ہوں مگر دشوار ہوتے ہیں۔ اگر کوئی انہیں حکموں کو کہے جن کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تو کچھ کلفت نہ رہے بلکہ اگر کبھی ان حکموں کو بھی کہے جو اللہ تعالیٰ کے خلاف ہیں تب بھی دشوار نہ ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حکم اپنی ذات میں دشوار نہیں صرف محبت کی کسر ہے۔ مسلمان کی شان تو یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ایسا ہوتا جیسے قلم لکھنے والے کے ہاتھ میں اور غیر کے سامنے لوہے اور پتھر سے بھی زیادہ سخت ہوتا۔ انصاف کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ پر کس قدر انعام اور فضل ہوتے ہیں اور خلقت کی طرف سے خاک بھی نہیں ملتا۔ ظاہر



ہے کہ اپنے انعام دینے والے کے سامنے نرم ہونا چاہیے یا آپ جیسے عاجز بلکہ دشمن کے سامنے کیا غضب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں تو ایسے نہ ہوں اور ہوں کس کے ہاتھ میں۔ نفس کے۔

لوگ بُت پرستی کو منع کرتے ہیں مگر اپنی بغل میں بُت ہیں | حالت یہ ہے کہ

بُت پرستی کو منع کرتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ ہر شخص کی بغل میں بت ہے ظاہری بت پرستی پر طرح طرح کے طعنہ کیے جاتے ہیں اور ان کو حق بتایا جاتا ہے۔ اور خود باطنی بت پرستی میں مبتلا ہیں اور عقلمندی کا دعویٰ ہے کسی نے ایک بت کو پوجا کسی نے دوسرے کو۔ جہاں ظاہری بت پرستی چھوڑی باطنی بھی چھوڑ دو اپنی باگ نفس کے ہاتھ میں مت دو۔ احکام اعلیٰ کے سامنے سر جھکاؤ۔ تابعداری تو وہی ہے کہ آدمی اپنے ارادہ کو چھوڑ کر دوسرے کے ارادہ کے تابع ہو جائے۔ دیکھ لیجئے قانون کے سامنے کیا حال ہوتا ہے کہ اپنی خواہش چھوڑنی پڑتی ہے اور حاکم کا حکم ماننا ہوتا ہے۔

تابعداری کرنے کی دو چیزیں تھیں عقیدے اور عمل دونوں میں کیا تلاش ہے

تابعداری کرنے کی دو چیزیں تھیں عقیدے اور عمل میں تو یہ گنجائش نکالی گئی کہ ہم مجبور ہیں اور یہ حکم مصلحت وقت کے موافق نہیں ہیں۔ مگر اب عقیدوں میں بھی نفس کی خواہش کو بڑھانے لگے ہیں اور یہ حالت ہے کہ عمل کو پہلے ضروری تو سمجھتے تھے مگر تکلیف جان کر اس کے ادا کرنے میں قصور تھا اب ان کی ضرورت ہی ذہن سے اڑ گئی۔

## ایک شخص کی عجیب بات

ایک صاحب فرمانے لگے کہ دین میں جو کچھ

خارج ہے وہ نماز ہے، غیر مذہب کے بہت سے آدمی اس وقت میں اسلام لانے کو تیار ہیں مگر یہ خیال ہے کہ مسلمان ہونے کے بعد نماز پڑھنی ہوگی پانچ وقت کی پابندی سر پڑے گی۔ اگر مولوی لوگ نماز کی قید اٹھا دیں تو آج ہی دیکھئے کتنے کافر مسلمان بنتے ہیں نمازیں مولویوں کی ہے کہ معاف کر دیں

ایک شخص کا قول کہ سود نہ لینے سے مفلسی آگئی

ایک صاحب کہتے ہیں کہ سود

کی ممانعت سے مفلسی آگئی۔ دوسری قومیں سود ہی کے ذریعہ سے ترقی کرتی ہیں۔ غرض جو جس کسی کی سمجھ میں آتا ہے اللہ کے حکموں میں اصلاح دینے کو تیار ہے۔ یوں کہو کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات بتائی جاتی ہے کہ ہم سے رائے لے کر کیوں حکم مقرر نہ کیے تھے۔ ہم لوگوں کا کیا حال ہے عقیدوں میں یہ حال اعمال میں یہ صورت حال میں آزادی۔ آمدنی میں حلال و حرام کی خبر نہیں۔ زمیندار طرح طرح کی ناجائز آمدنی لیتے ہیں۔ خرید و فروخت میں سودے کے صحیح ہونے اور نہ ہونے کی پروا نہیں

آتم کی بہار کا خلاف شرع سودا کرنا

چنانچہ آتم کی بہار کہتی ہے حالانکہ آتم کا پتہ بھی نہیں

ہوتا۔ یہ بیع باطل ہے۔ بیع باطل میں مال خریداری کی ملکیت نہیں ہوتا اس کا لوٹنا واجب ہے اور جہاں تک بھی خریداری کا سلسلہ چلے گا کسی کی ملک ہوگا۔ گناہ ہوتا چلا جاتا ہے غرض معاملات کی صفائی کی طرف بالکل خیال نہیں۔ زبان نصیبت و طعنہ میں مبتلا دل حرص و طمع میں گرفتار۔ وہ مثل ہے کہ اونٹ سے کسی نے پوچھا تھا اونٹ رے اونٹ



تیزی کون سی کل سیدھی ہے اس نے کہا کوئی بھی نہیں۔ ایسے ہی ہم لوگوں کی حالت ہے ہماری کوئی حالت درست نہیں

نظارہ کی طرف دیکھئے وہ ٹھیک نہیں باطن کی طرف نظر کیجئے وہ درست نہیں حالانکہ حق تعالیٰ نے صرف احکام ہی نہیں اتارے بلکہ ایک اتنا بڑا نبی بھیج کر یہ بھی بنا دیا کہ اس نمونہ کے ہو کر آؤ مگر اس رحمت کی کیا قدر ہوتی ہم کس قدر نمونہ کے موافق بن کر آتے۔ غور کیجئے کہ اگر درزی کو اپکن سینے کے لیے دو اور وہ ساری آپکن بہت ٹھیک اور خوبصورت ستے جس میں جھول تکٹ ہو مگر ایک آستین کو چار انگل چھوٹا کر لاتے تو کیا آپ اس کو لے لیں گے ہرگز نہیں بلکہ درزی کے سر سے ماریں گے اور اگر جان بوجھ کر ایسا کیا ہے تو قیمت لینے پر بھی کفایت نہ ہوگی۔ کچھ جرمانہ لیا جاتے گا حالانکہ نمونہ سے صرف چار انگل خلاف ہے۔ یہاں نمونہ سے چار انگل بھی موافقت نہیں اللہ تعالیٰ کا یہ حکم تھا :

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (پل رکوع ۱۱، آیت ۳۱)

اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو اللہ تم کو دوست رکھیں گے حدیث میں آیا ہے مَا اَنَا عَلَيْهٖ وَاَصْحَابِيْ کہ جس طریقہ پر میں اور میرے اصحاب ہیں اسکو اختیار کرو۔ یہ ہے نمونہ جس کی موافق ہو کر ہمیں آنا چاہیے۔

افسوس مسلمانوں نے ہر بات میں خلاف کر رکھا ہے

افسوس مسلمانوں نے ہر بات

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیا۔ جو وضع بتائی اس کے خلاف وضع تراشی نکاح وغیرہ میں نئی نئی رسمیں رواج دیں۔ اخلاق و عادات نئے اختیار کیے۔ اعتقادیوں



میں بھی تراش خراش ہونے لگا اور پھر لطف یہ ہے کہ دعویٰ تابعداری کا ہے معلوم نہیں کہ تابعداری کس چیز کا نام ہے اگر کوئی واقف کار ایسے لوگوں کو دیکھے تو یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ قوم اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گروہ میں ہے۔ گروہ میں ہونا تو درکنار اب تو اس گروہ کے لوگوں سے ملنا بھی نہیں چاہتے۔ کیونکہ اس گروہ میں دنیا کی ترقی نہیں ہے

خواہش نفس کا علاج

ایک شخص نے مجھ سے لکھنؤ میں بیان کیا کہ آج کمیٹی ہوئی جس میں ان باتوں پر بحث تھی جو مسلمانوں کو ترقی

سے روک رہی ہیں۔ آخر میں یہ طے ہوا کہ مذہب ترقی سے مانع ہے اس کو چھوڑ دینا چاہیے مسلمانو! یہ نوبت پہنچ گئی ہے۔ ساری باتیں خواہش نفس سے پیدا ہوئی ہیں۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے اس آیت میں اسی کا علاج بتایا ہے۔ سو علاج کیا ہے نفس کو خواہش سے روکنا کیونکہ مرض کا علاج اسی طرح ہوتا ہے۔ اس کے مادہ اور سبب کو نکالیں۔ جب سبب جاتا رہے گا مرض دور ہو جاوے گا۔

مسلمانو! نفس کی خواہشوں کو چھوڑ دو اور حق سبحانہ تعالیٰ کی اطاعت کرو کیا اللہ تعالیٰ کا کچھ حق نہیں ہے۔ دیکھتے اللہ تعالیٰ ایسے ایسے مرضوں کا علاج بتاتے ہیں۔ جن کو تم خود کسی طرح نہیں سمجھ سکتے اور وہ مرض اندر ہی اندر تمہارا کام تمام کیے ڈالتے ہیں۔ وہ علاج وہی خواہش نفس کا چھوڑنا ہے جس کا آسان طریقہ بتائے دیتا ہوں چند روز کرنا پڑے گا۔ بہت ہی تھوڑے دنوں میں انشاء اللہ تعالیٰ نفع معلوم ہو گا۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ ہر کام ابتداء میں تکلیف سے ہوتا ہے پھر کرتے کرتے اس میں مہارت پیدا ہو جاتی ہے۔ سو آپ اس کا بندوبست کر لیجئے وہ یہ کہ کوئی بات یا کوئی کام دل میں آتے ہی نہ کر ڈالیے بلکہ پہلے سوچ لیا جاوے کہ یہ کام حق تعالیٰ کے



خلاف تو نہیں۔ اول اول ذرا دشواری ہوگی مگر تھوڑے دنوں میں عادت ہو جائے گی۔ اس کا ہر کام میں خیال رکھیے یہاں تک کہ یہ حال ہو جائے کہ بات منہ سے نکالنی چاہی مگر رک گئے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم کیا ہے اور نفس کی خواہش کیا۔ جس بات میں نفس کی خواہش پائی اس کو زبان سے نہ نکالانہ اس پر عمل کیا۔ رہی یہ بات کہ ہمیں حق تعالیٰ کے حکم اور نفس کی خواہش میں تمیز کیسے ہوگی تو اس کی بابت یہ عرض ہے کہ اس کے لیے علم دین کی ضرورت ہے۔ تھوڑا علم ضرور چاہیے۔ اگر کتاب نہیں پڑھ سکتے تو کسی سے پوچھ لیا کرو۔ چند روز یہی عادت ڈالو اس سے کسی قدر آپ کے بولنے اور کھانے میں کمی ہو گی۔ مگر جس وقت مزہ اس کا حاصل ہوگا تو آپ اس تھوڑے کو بہت سمجھیں گے۔ اچھی تھوڑی چیز بہتر ہے اس سے کہ بُری ہو اور بہت ہو۔ غلیظ کتنا ہی ہو مگر ایک چمچ فیرونی پر اس کو ترجیح نہیں ہو سکتی۔ جب عبادت میں مزہ آنے لگتا ہے تو گناہ کی نفرت دل میں بیٹھ جاتی ہے پھر گناہ کا کرنا اس سے زیادہ دشوار ہونے لگتا ہے جیسے کہ پہلے عبادت کرنا دشوار تھا اور اگر اتفاق سے گناہ ہو بھی جائے تو طبیعت سست رہتی ہے اور کسی طرح سے چین نہیں آتا تا وقتیکہ استغفار نہ کر لے۔

## عبادت میں عجیب مزہ ہے

عبادت میں عجیب مزہ ہے کہ آدمی لاکھ روپیہ پر ایک نماز کو ترجیح دیتا ہے حالانکہ ہماری نماز کچھ نماز نہیں ہے۔ یہ کیفیت ہے کہ نیت نماز کی باندھ رکھی ہے اور دل ادھر ادھر ہے زبان سے پڑھ رہے ہیں مگر بالکل خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے کیا کہہ رہے ہیں۔ خیریت یہ ہے کہ الفاظ زبان پر چڑھ گئے ہیں خود زبان پڑھ لیتی ہے ورنہ باعتبار ظاہری مکمل کے بھی نماز کے درست نہ ہونے کا فوہمی دیا جاتا اور لوٹنا ضروری



ہوتا۔ سرسجدہ میں ہے مگر خیال اور کہیں ہے۔ اس حالت پر بھی آدمی لاکھ روپیہ سے زیادہ کوئی چیز اس میں پاتا ہے اور نماز نماز ہو جائے تو سمجھ لیجئے کہ کیا اثر رکھے۔ وقتی عبادت وہ چیز ہے کہ اگر اس میں ایک لحظہ کا لطف بھی میسر ہو جائے تو آدمی دنیا و مافیہا کی طرف بھی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے خواہش نفس کا تو دشمن ہی ہو جائے۔ غرض یہ عادت دانی چاہیے کہ ہر کام کو سوچ کر کئے۔ اگر وہ کام خواہش نفس سے ہو تو نہ کرے اس طرح گناہ چھوٹ جائیں گے اور عبادت ہی عبادت رہ جائے گی۔

## خواہش نفس چھوڑنے کے لیے خوف مددگار ہے

اور یہ سمجھ لیجئے کہ خواہش نفس چھوڑنے کے لیے خوف سے مدد ملتی ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے کیونکہ جب کام سے کوئی باز رہتا ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو صرف خوف سے رکھتا ہے جسم کی سزا کا خوف ہو یا مال کے نقصان کا یا لوگوں میں ناقدری کا جس چیز کا بھی ہو مگر ہو گا خوف ہی۔ دیکھئے ڈاکو ڈاکہ کیوں نہیں ڈالتا سزا کے خوف سے۔ بچہ شرارت سے کیوں رکھتا ہے پٹنے کے خوف سے لوگ بہت جرموں سے باز رہتے ہیں جرم مانع کے ڈر سے محفل میں آدمی تہذیب سے کس لیے بیٹھتا ہے اور چھپوری حرکتوں سے کیوں باز رہتا ہے ذلت کے ڈر سے۔ خوف ہی تو اٹھ جاتا ہے جو ملک میں امن نہیں رہتی غدر ہو جاتا ہے۔ خوف ہی ساری بُرائیوں کی جڑ کاٹنے والا ہے۔ خوف ہی تمام عبادتوں کا ذریعہ ہے البتہ یہ بات سمجھنے کی ہے کہ خوف تو ہر مومن کو ہے پھر کیا وجہ کہ خواہش نفس کی نہیں چھوٹی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ خوف حاضر نہیں اور حاضر نہ ہونے کی وجہ صرف ایک ہے وہ کیا ہے عذاب کا نہ سوچنا اس لیے انتہائی علاج اس کا یہ ہے کہ خوف کو سوچا کرے



کہ اس سے خوف غالب اور حاضر ہو جو کہ خواہش نفس چھوڑنے کے لیے کافی ہو جائیگا۔

اب میں اس کا آسان طریقہ بتائے دیتا ہوں وہ یہ کہ سوچنا شروع کیجئے اور اس

## مراقبہ نہایت نافع

کے لیے ایک وقت مقرر کر لیجئے مثلاً سونے کا وقت جس میں دنیا کے کام کا حرج بھی نہیں۔ دُنیا کے لیے تو سارا وقت دیا ہے اللہ تعالیٰ کے واسطے نکما ہی وقت دو۔ اتنا تو کرو۔ اللہ تعالیٰ اس میں تمہارا کام بنا دیں گے۔ وہاں تو بہانہ ڈھونڈتے ہیں کہ بندہ ذرا ادھر کو منہ کرے اور رحمت کے ڈھیر لگا دیں۔ پندرہ بیس منٹ دیر میں سونے لیٹ کر یا بیٹھ کر یاد کیا کیجئے کہ آج کیا کیا گناہ کیے گناہوں کی فہرست تیار کیجئے پھر اس میں خیال جمائے کہ گویا میدان قیامت موجود ہے اور ترازو عمل تولنے کی گھڑی ہے اپنا مدگار کوئی بھی نہیں دشمن بہت ہیں حیلہ کوئی چل نہیں سکتا۔ زمین گرم تانبے کی طرح کھول رہی ہے سورج سوانیزہ سر پر ہے دوزخ سامنے ہے اور ان گناہوں کا حساب ہو رہا ہے کوئی جواب لائق ماننے کے بن نہیں پڑتا۔ یہ سب حال نظر میں ہوں گے تو بے اختیار ہاتھ جوڑ کر حاکم کے روبرو عذر کرے گا کہ بیشک خطا وار ہوں کہیں ٹھکانا نہیں اگر کچھ سہارا ہے تو حضور کے رحم کا، اسی کو استغفار کہتے ہیں۔ رات کو یہ کیجئے پھر صبح اٹھ کر یاد رکھیے کہ کل فلاں فلاں گناہ کیے تھے اور رات ان سے استغفار اور عہد کیا ہے سو آج وہ گناہ نہ ہونے پائیں اس تدبیر سے اگر اسی دن سارے گناہ ایک سخت نہ چھوٹیں گے تو کمی ضرور ہو جائے گی اور کچھ عرصہ میں تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ گناہ رہ سکیں۔ یہ ایسی تدبیر ہے کہ تھوڑے دن کرنے سے آدمی گناہوں سے بچ جاتا ہے اور دل میں گناہ کے وقت ڈر پیدا ہو جاتا ہے۔



## علم دین کی ضرورت

پھر اس کے لیے علم دین کی ضرورت ہوگی تاکہ معلوم ہو کہ یہ کام گناہ ہے اور یہ عبادت۔ سو علم دین حاصل کیجئے اور اگر کم فرصت ہونے کا عذر ہے تو کئی کتابیں اردو میں چھاپ دی گئی ہیں ان کو کسی سمجھ دار سے سبق سبق کر کے پڑھ لیجئے۔ ضرورت دفع ہونے کو کافی ہیں۔ بچاؤں کو خود نہ پڑھیے کہ اس سے دل میں پہلے سے جو شبہ ہوتے ہیں وہ نہیں جاتے بلکہ اکثر نئے شبہ پیدا ہو جاتے ہیں جن سے نقصان ہوتا ہے۔

## خلاصہ سارے وعظ کا

خلاصہ سارے وعظ کا یہ ہوا کہ جنت لائق طلب کے ہے اور اس کا ذریعہ خواہش نفس کا چھوڑنا اور اس کا مددگار خوف ہے اور اس کا طریقہ ہے مراقبہ جس کا بیان بھی ہو چکا۔ جب مراقبہ کیا تو خوف پیدا ہوا اس سے خواہش نفس کی چھوٹ گئی اس پر نتیجہ ہوگا فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰی کہ ایسے شخص کا ٹھکانہ جنت ہے۔ اب دُعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ سمجھ اور عمل کی توفیق دیں فقط۔

تمہاری قوم کی تو ہے بنا ہی دین و ایمان پر  
تمہاری زندگی موقوف ہے تعمیل قرآن پر  
تمہاری فتحیابی منحصر ہے فصل یزداں پر  
نہ قوت پر نہ کثرت پر نہ شوکت پر نہ ساماں پر  
(مجدوب رحمۃ اللہ علیہ)



## اصلاح کا آسان نسخہ

بمجلہ ارشاد اعلیٰ حضرت کیم الامت مجدد الملت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ

دو رکعت نفل نماز توبہ کی نیت سے پڑھ کر یہ دُعا مانگو

اے اللہ! میں آپ کا سخت نافرمان بندہ ہوں۔ میں فرمانبرداری کا ارادہ کرتا ہوں مگر میرے ارادے سے کچھ نہیں ہوتا اور آپ کے ارادے سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری اصلاح ہو مگر ہمت نہیں ہوتی۔ آپ ہی کے اختیار میں ہے میری اصلاح۔ اے اللہ! میں سخت نالائق ہوں۔ سخت غلیث ہوں۔ سخت گنہگار ہوں۔ میں تو عاجز ہو رہا ہوں آپ ہی میری مدد فرمائیے۔ میرا قلب ضعیف ہے۔ گناہوں سے بچنے کی قوت نہیں۔ آپ ہی قوت دیجئے۔ میرے پاس کوئی سامان نجات نہیں۔ آپ ہی غیب سے میری نجات کا سامان پیدا کر دیجئے۔ اے اللہ جو گناہ میں نے اب تک کیے ہوں۔ انہیں تو اپنی رحمت سے معاف فرمائیے۔ گو میں یہ نہیں کہتا کہ آئندہ ان گناہوں کو نہ کروں گا۔ میں جانتا ہوں کہ آئندہ پھر کروں گا۔ لیکن پھر معاف کرالوں گا۔

غرض اسی طرح سے روزانہ اپنے گناہوں کی معافی اور عجز کا اقرار اور اپنی اصلاح کی دُعا اور اپنی نالائقی کو خوب اپنی زبان سے کہ لیا کرو۔ صرف دس منٹ روزانہ یہ کام کر لیا کرو۔ لوبجائی دوا بھی مت بیو۔ بد پرہیزی بھی مت چھوڑو۔ صرف اس تھوڑے سے نمک استعمال سوتے وقت کر لیا کرو۔ آپ دیکھیں گے کہ کچھ دن بعد غیب سے ایسا سامان ہو گا کہ ہمت بھی قوی ہو جائے گی۔ شران میں بھی بڑھ نہ لگے گا۔ دشواریاں بھی پیش نہ آئیں گی۔ غرض غیب سے ایسا سامان ہو جاوے گا کہ آپ کے ذہن میں بھی نہیں ہے۔





ہمارے ملک میں چھوٹے بڑے دینی مدارس و مکاتب کا ایک سلسلہ قائم ہے جو کہ قیامت و استغناء اور توکل علی اللہ کو اپنا سربراہ بنائے ہوئے عیسائی تعلیم و تربیت کے اہم کام میں مصروف ہیں ان مدارس نے دین اسلام کا اس کے مزاج و کردار اور فوری خصوصیات کے ساتھ صرف تحفظ ہی نہیں کیا بلکہ ملت کے کروڑوں افراد اور ان کی آنے والی نسلوں کی حیات ایمانی اور اسلامی تہذیب و تمدن سے وابستگی میں جو نمایاں کردار ادا کیا ہے وہ تاریخ کا ایک زریں باب ہے اس کے باوجود ایک طبقہ ایسا ہے جو دینی مدارس کی افادیت کا قائل نہیں ہے ساتھ ہی ان کے وجود کو غیر ضروری سمجھتا ہے چنانچہ اس کی یہ کوشش کرتی ہے کہ ان مدارس و مکاتب کو جدید تعلیم کے لیے اہمال کیا جائے جو کہ مکلف ملت کے حق میں مفید ہوگا۔

اس سلسلہ میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ قدس کا درج ذیل ارشاد گرامی مشعل راہ ہے۔

اس میں ذرا شبہ نہیں کہ اس وقت علوم دینیہ کے مدارس کا وجود مسلمانوں کے لیے ایسی بڑی نعمت ہے کہ اس سے فوق مقصود نہیں دنیا میں اگر اسلام کی بقا کی کوئی صورت ہے تو یہ مدارس ہیں کیونکہ اسلام نام ہے خاص عقائد و اعمال کا جس میں دیانت، معاملات، معاشرت اور اخلاق سب داخل ہیں اور ظاہر ہے کہ عمل موقوف ہے علم پر اور علوم دینیہ کی ہر چند کہ فی نفسہ مدارس پر موقوف نہیں مگر حالات وقت کے اعتبار سے ضرور مدارس پر موقوف ہے۔

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں کہ مدارس اسلامیہ میں بے کار پڑے رہنا بھی انگریزی میں مشغول ہونے سے لاکھوں کروڑوں درجہ بہتر ہے اس لیے گولیاقت اور کمال حاصل نہ ہو لیکن کم از کم عقائد تو غربت ہوں گے اور مسجد کی جا رو بکشی اس وکالت اور بیڑی سے بہتر ہے جس میں ایمان میں تزلزل ہو اور خدا رسول صحابہ اور بزرگان دین کی شان میں بے ادبی ہو جو انگریزی کا اس زمانہ میں اکثر یہی بلکہ لازمی نتیجہ ہے ہاں جس کو دین ہی کے جانے کا غم نہیں وہ جو چاہے کہے اور کرے۔ ۵۲

۱۔ تجدید تعلیم و تبلیغ صفحہ ۶۶ ۵۲ تجدید تعلیم و تبلیغ صفحہ ۱۷۷



## القول العزیز

ہر متبادل سے رخصت ہو گئی

اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی

ایک دم سے کیا محبت ہو گئی

ساری دنیا ہی سے نفرت ہو گئی

عشق میں فلت بھی عزت ہو گئی

لی فقیری بادشاہت ہو گئی

## القول العجز

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیفیتِ مستی کی

بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں لستی کی

جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے لستی کی

بس اتنی سی حقیقت ہے فریبِ خواہستی کی

”نکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے“

مجدوبؒ